(۴)

محنت اور قربانی کی عادت ڈالو

(فرمودہ ۲۲؍جنوری ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّ ذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مَیں نے تحریک جدید میں خاص طور پر کام کرنے اور محنت کرنے اور سادہ زندگی بسر کرنے کی تحریک کی تھی۔ دنیا میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا نسبتی پہلو غالب ہوتا ہے اس لئے ان کی حقیقت کا پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں نسبت کا اصول اتنا زیادہ عمل نہیں کرتا اس لئے ان کا پتہ لگانا آسان ہوتا ہے۔ مثلاً روپیہ کی قربانی ہوتی ہے ایک شخص لکھ پتی اور ایک کنگال ہے۔ ان دونوں کی قربانیوں کا امتیاز اور فرق بہت مشکل ہے اور اسی طرح ان کے کھانے پینے اور پہننے کی ضرورتوں کے فرق کا پتہ لگانا بھی بڑا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ تکلیف صرف غذا کی کمی یا زیادتی سے نہیں ہوتی بلکہ عادت کے پورا ہونے یا نہ ہونے سے بھی ہوتی ہے۔ افیون کتنی چھوٹی سی چیز ہے۔ حُقہ کا دُھواں کتنا ہلکا پھلکا ہوتا ہے۔ سال بھر حقہ پینے سے جو دُھواں حاصل ہوتا ہے اُس کا وزن اتنا بھی نہیں ہوتا جتنا ایک وقت کے کھانے کا۔ بعض لوگ بھنگ کے عادی ہوتے ہیں مگر ظاہر ہے بھنگ کو غذا سے کیا نسبت، مگر ان چیزوں کے چھوڑنے کی تکلیف غذا سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ تم بغیر کسی زیادہ تکلیف کے دو وقت کا فاقہ کر سکتے ہو مگر ایک افیونی اس ذرا سی گولی کا دو وقت ناغہ نہیں کر سکتا۔ جو شخص حُقّے کا عادی ہے اس سے دریافت کرو کہ روٹی نہ ملنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے یا حُقّہ نہ ملنے سے۔ وہ یہی جواب دے گا کہ وہ بُھوکا رہ سکتا ہے مگر حُقّہ کے بغیر نہیں۔ حالانکہ مادی لحاظ سے حُقّہ کا دُھواں بالکل ہلکا ہوتا ہے اور روٹی

بھاری ہوتی ہے۔ پھر روٹی کے ساتھ زندگی وابستہ ہے اور حُقّہ کی عادت جو ڈالے اسے ہی ہوتی ہے۔ افیون جو نہیں کھاتا اسے کوئی تکلیف نہیں دے سکتی مگر روٹی ہر انسان کیلئے ضروری ہے۔ مگر باوجود اس کے روٹی چھوڑنے سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی افیون، گانجہ، چرس، بھنگ، شراب، حُقّہ اور نسوار وغیرہ کو چھوڑنے سے ہوتی ہے۔ دنیا میں لوگ بُھوکے رہ کر اپنے بچوں کو کھانا دیتے ہیں مگر ایک نشہ کا عادی اپنے نشہ کی عادت کو پورا کرنے کیلئے اپنے بیوی بچوں کی بھوک کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔ ایک شخص بہ نسبت اپنے بچوں کے ایک وقت بُھوکا رہنے کے خود تین وقت بُھوکا رہنا زیادہ پسند کرے گا۔ مگر ایک افیونی یہ پسند کرے گا کہ اس کے بچے تین وقت فاقہ سے رہیں بہ نسبت اس کے کہ اُسے ایک وقت کی گولی نہ ملے۔ پس عادتوں کی قربانی بھی بڑی قربانی ہے مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ اس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ امراء کو جن کو کھانوں کی یا جن کپڑوں کے پہننے کی عادت ہوتی ہے، ان کیلئے ان کی قربانی بڑی چیز ہے لیکن دوسرا اسے دیکھ نہیں سکتا۔

ایک امیر دس جوڑے کپڑے استعمال کرنے کا عادی تھا اور اب اُس نے پانچ کر لئے ہیں۔ اس کے متعلق ایک دوسرا شخص بے شک کہے گا کہ اس کے دس جوڑے ہوتے تھے۔ بیشک اس نے پانچ کر لئے ہیں لیکن میرے دو ہی تھے اور دو ہی ہیں پس میری نسبت اس کے اب بھی تین زیادہ ہیں۔ مگر سوال تو عادت کا ہے۔ امیر کو دس کے استعمال کی عادت تھی جس میں اُس نے کمی کر دی ہے اور یہ اپنی پہلی عادت پر ہی قائم ہے۔ اگرچہ اس کے تین جوڑے اس کی نسبت اب بھی کم ہیں لیکن دو کی عادت ہونے کی وجہ سے یہ تکلیف نہیں محسوس کرتا جبکہ دس جوڑوں والا پانچ جوڑے کر کے تکلیف محسوس کر رہا ہے۔ میں نے حُقّہ، افیون، بھنگ، چرس اور نسوار وغیرہ کی مثال اِس لئے دی ہے کہ پنجاب میں غرباء عام طور پر حُقّہ کے عادی ہوتے ہیں اور سرحدی صوبہ افغانستان وغیرہ میں نسوار کے استعمال کا رواج زیادہ ہے۔ کوئی ناک کے ذریعہ اسے استعمال کرتا ہے اور کوئی منہ میں ڈال کر اور ان مثالوں سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ عادت کا چھوڑنا بھی بڑی قربانی ہے۔

تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ امیر کے پاس پانچ جوڑے زائد تھے، کیا ہوا اگر اس نے کم کر دیئے۔ کیا حُقّہ زائد نہیں؟ جس طرح اس کے پاس کپڑے زائد تھے اسی طرح حُقّہ بھی زائد ہے۔ زمیندار کے حُقّہ کی قیمت اس کے کپڑوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ جتنی مالیت کا وہ تمبا کو جلاتا ہے اتنی کے کپڑے استعمال نہیں

کرتا۔ وہ سردی سے ٹھٹھرتا پھرے گا، نمونیہ کی تکالیف اُٹھائے گا، اپنی صحت کو برباد کرے گا مگر حُقّہ نہیں چھوڑے گا۔ حُقّہ کی عادت کی زیادتی کی وجہ سے اس نے کپڑے کی عادت کو کم کر دیا ہے۔

ہماری جماعت میں کم سے کم بیس ہزار لوگ ایسے ہوں گے جن کے حُقّوں کا خرچ ان کے چندوں سے زیادہ ہے۔ کم سے کم بیس ہزار زمیندار ایسے ہوں گے جن کا سالانہ چندہ روپیہ ڈیڑھ روپیہ بلکہ بارہ آنہ ہی ہوگا اور اِس قدر خرچ میں وہ سال بھر حُقّہ نہیں پی سکتے۔ اگر وہ دھیلا روز کا بھی تمباکو پیتے ہوں تو تین روپیہ سالانہ خرچ ہوتے ہیں مگر وہ کہیں نہ کہیں سے اس خرچ کو پورا کرتے ہیں کیونکہ وہ اس عادت کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔

پس اگر ہم عادت کا اندازہ کر سکتے تو صحیح نتیجہ معلوم ہوسکتا کہ کون سچی قربانی کرتا ہے اور کون نہیں۔ مگر اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی کرسکتا ہے کہ ایک فرد کو ایک چیز کے چھوڑنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ ہم تو صرف ظاہر کو ہی دیکھ سکتے ہیں اور ظاہر کی بناء پر بڑی غلطی بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے بتایا ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا اندازہ انسان زیادہ صحیح طور پر کرسکتا ہے اور ان میں سے پہلی چیز محنت اور کام ہے۔ امراء پر غرباء مالی قربانی کے سلسلہ میں طنز کر سکتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں کہ گو وہ ایک کھانا کھانے لگ گئے ہیں لیکن وہ بھی نہایت پر تکلف ہوتا ہے اور ہم تو پہلے بھی روکھی روٹی کھا لیتے تھے یا اچار کے ساتھ کھا لیتے تھے اور اب بھی ہماری یہی حالت ہے۔ یا وہ پانچ جوڑے کپڑوں کے استعمال کرتے ہیں اور ہم ایک ہی۔ اس لئے کہ وہ اس عادت کی قیمت نہیں لگا سکتے جسے امراء نے تبدیل کیا ہے۔ جسے دس جوڑوں کے استعمال کی عادت تھی اس کا اسے چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسا حُقّہ پینے والے کا حُقّہ کو چھوڑ دینا۔ مگر عادت کی قربانی کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے امراء و غرباء جھگڑتے ہی رہتے ہیں۔ مگر وقت کی قربانی ایسی نہیں جس میں فرق کیا جا سکے۔

میں نے بارہا کہا ہے کہ بیکار مت رہو اور کام کرو اور اس میں امیر و غریب سب مساوی ہیں۔ بلکہ غریب کو جس کا پیٹ خالی ہے کام اور محنت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ ایسے لوگ بھی چھ چھ گھنٹے حُقّہ پینے میں ہی گزار دیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جو لوگ اپنے چھ گھنٹے ضائع کر دیتے ہیں اگر ان کے چھ گھنٹے ان کے مخالف نے ضائع کر دیئے تو انہیں شکوہ کا کیا حق ہے۔ وہ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہم نے مزدوری کی مگر چھ آنے ہی ملے حالانکہ ہمارا گزارہ بارہ آنے میں ہوتا ہے۔ مگر یہ

نہیں سوچتے کہ اگر اپنی آدھی عمر وہ رائیگاں گنواتے ہیں تو چوتھائی۔ اگر دوسرے نے گنوادی تو اس پر کیا الزام۔ جتنا وقت وہ حُقّہ پینے اور فضول بکواس میں گزارتے ہیں اتنا اگر کام کرنے اور محنت کرنے میں گزارتے تو تنگدستی نہ ہو۔ سیر کو جاتے ہوئے میں نے دیکھا ہے کہ جہاں کوئی اچھا کھیت ہوتا ہے وہ سکھوں کا ہوتا ہے اور جس کھیت کی فصل ناقص ہو وہ مسلمان کی ہوتی ہے۔ اور اب لمبے تجربہ کے بعد میں تو اچھی فصل کو دیکھ کر کہہ دیا کرتا ہو کہ یہ کسی سکھ کی ہوگی اور خراب فصل کو دیکھ کر کہہ دیا کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کی ہوگی اور بالعموم یہ قیاس درست نکلتا ہے۔ سکھوں کو ایک نمایاں برتری تو یہ حاصل ہے کہ وہ حُقّہ نہیں پیتے اس لئے ان کا وقت بچ جاتا ہے۔ مگر مسلمان زمیندار تھوڑی دیر کام کرتے ہیں اور پھر یہ کہہ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ آؤ حُقّہ پی لیں۔ حُقّہ کی عادت زمینداروں میں اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک زمیندار یہاں مہمان آیا۔ جب واپس گیا تو دوستوں نے اس سے پوچھا سناؤ کیا دیکھا۔ اس نے جواب دیا کہ قادیان سے خدا بچائے، کوئی بھلا مانس وہاں رہ سکتا ہے؟ وہ بھی کوئی آدمیوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ ہمارے دوست ڈر گئے کہ شاید قادیان میں کسی نے اس سے بدسلوکی کی یا مہمان خانہ میں کسی سے اس کی لڑائی ہوگئی ہے۔ اس لئے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی ہوا کیا وہ سنانے لگا کہ میں یکہ میں دس بجے کے قریب وہاں پہنچا (اس زمانے میں یہاں ریل گاڑی نہیں تھی)۔ سفر کی تھکان تھی، میں نے خیال کیا کہ آرام سے بیٹھ کر حُقّہ پیئیں۔ مگر آگ لینے گیا تو کسی نے کہا کہ حدیث کا درس ہونے لگا ہے۔ میں نے کہا نیا نیا آیا ہوں چلو چل کر درس سن لو پھر حُقّہ پیئوں گا۔ بارہ بجے وہاں سے واپس آیا تو روٹی کھا کر آگ لینے گیا معلوم ہوا کہ حضرت صاحب نماز کیلئے باہر آنیوالے ہیں اور زیارت کا موقعہ ہے اس لئے چھوڑ کر مسجد کو چلا گیا۔ وہاں سے واپس آیا آگ وغیرہ سلگائی حُقّہ تیار کیا گیا مگر ابھی دو چار ہی کش لگائے تھے کہ عصر کی نماز کو لوگ لے گئے۔ میں نے سوچا واپس آ کر آرام سے پیئوں گا۔ مگر آتے ہی معلوم ہوا کہ مولوی صاحب بڑی مسجد میں قرآن کریم کا درس دیں گے۔ اس لئے ادھر جانا پڑا۔ واپس آیا تو مغرب کا وقت تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت صاحب بیٹھ گئے اور میں بھی بیٹھا رہا۔ وہاں سے آیا تو خیال کیا کہ اب آرام سے حُقّہ پیئوں گا مگر آگ ہی سلگا رہا تھا کہ لوگوں نے کہا عشاء کی اذان ہوگئی ہے، چلو نماز پڑھو۔ غرض سارا دن آرام سے حُقّہ پینے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے میں تو سویرے اُٹھتے ہی وہاں سے بھاگا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ جگہ آدمیوں کے رہنے کی نہیں۔ اس مثال

سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں میں وقت کو ضائع کرنے کا مرض کس حد تک پہنچ گیا ہے اور اس میں غریب اور امیر میں فرق نہیں۔ خواہ ضائع کرنے کے طریقوں میں فرق ہو مگر ضائع سب کرتے ہیں۔ سب ہی محنت سے جی چراتے ہیں اور اس امر میں ہم دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتے۔ دونوں وقت کی کوئی قیمت نہیں سمجھتے۔

کل ہی ایک نوجوان کو میں نے دیکھا جو مبلغین کلاس میں پڑھتا ہے۔ وہ پرسوں رات باہر سے جہاں اسے کسی کام پر بھیجا گیا تھا واپس آیا اور کل شام کو اس نے رپورٹ کی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ اطلاع کل ہی واپسی پر کیوں نہ دی۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں نو بجے کی گاڑی سے آیا تھا اور خیال کیا کہ اب نو بج چکے ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ جس طرح نو بجے جانا اس کیلئے بڑی بات ہے، سب کیلئے اسی طرح ہے۔ اس نے چونکہ پہلے میاں بشیر احمد صاحب کو رپورٹ دینی تھی۔ میں نے پوچھا کہ پھر صبح میاں صاحب کو کیوں نہ ملے؟ تو جواب دیا کہ میں آیا تھا مگر منتظمین نے ان سے ملایا نہیں۔ اس لئے واپس چلا گیا اور اس طرح چار مرتبہ آیا مگر ملنے کا موقعہ نہ ملا۔ میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے چار مرتبہ اپنے آپ کو ملزم بنایا۔ اگر تم پکے مومن ہوتے تو اس وقت تک دہلیز نہ چھوڑتے جب تک مل کر کام نہ کر لیتے۔

آپ لوگوں کو اچھی طرح اس امر کا احساس ہونا چاہئے کہ جو اہم کام ہوتے ہیں، ان میں چاہے جان بھی چلی جائے ہلنا نہیں چاہئے۔ اس میں امیر اور غریب کا کوئی سوال نہیں، دونوں کیلئے اس کی پابندی ضروری ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ نہ امیر اس کے پابند ہیں نہ غریب۔ حالانکہ میں نے بار بار توجہ دلائی ہے۔ اچھی طرح یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کامیابیاں انہی لوگوں کو عطا کرتا ہے جو کام کے عادی ہوں۔ جیتنے والے محنتوں سے نہیں گھبرایا کرتے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۔ وَّالسّٰبِحَاتِ سَبْحًا [1] یعنی ہمیشہ کامیاب وہی ہوتے ہیں جو گرہ کشائی میں لگے رہتے ہیں۔ وہ چھوڑتے نہیں جب تک گرہ کو کھول نہیں لیتے اور کام کو پورا نہیں کر لیتے اور پھر وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ کئی لوگ اس پر بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے آٹھ گھنٹے کام کیا ہے۔ حالانکہ وہ تو تندرست ہوتے ہیں اور میرے جیسے بیمار کو سال میں بہت دفعہ ۲۲۔۲۲ گھنٹے روزانہ کام کرنا پڑتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ اپنے معترضین سے کہا ہے کہ میرے ساتھ دس دن اگر کام

کرو تو تمہیں پتہ لگ جائے کہ کتنا کام کرنا پڑتا ہے۔ کام کا ہر ایک کو پتہ لگ جاتا ہے کیونکہ اس میں عادت کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ ایک امیر شخص یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ [۲] میں مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ زیادہ کپڑے پہن لوں۔ مگر خدا نے یہ کہاں کہا ہے کہ وقت ضائع کرو۔ وقت ضائع کرنے کیلئے کوئی عذر نہیں پیش کیا جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص کہے مجھے اس کی عادت پڑ گئی ہے۔ مگر اس طرح تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ خدا اور رسول کے انکار کی مجھے عادت ہوگئی ہے۔

میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ تحریک جدید تمہیں اس وقت تک کامیاب نہیں کرسکتی جب تک رات دن ایک کر کے کام نہ کرو۔ اپنی راتوں اور دنوں پر قبضہ نہ کرلو اور ایسی عادت ڈال لو کہ جس کام کو اختیار کرو ایسی طرح کرو جس طرح ہمارے ملک میں کہتے ہیں تخت یا تختہ۔ جب تک یہ روح پیدا نہ ہو، جب تک کوئی شخص اپنے آپ کو فنا کرنے کیلئے تیار نہ ہو، اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ تم لاکھ ایڑیاں رگڑو مگر اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔ جب تک اس طریق پر کام نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے کامیاب ہونے کیلئے مقرر کیا ہے۔ اس وقت بورڈنگ تحریک جدید کے لڑکے میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ میں ان کو بھی اور ان کے استادوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اس بورڈنگ کے قیام سے میری غرض یہی ہے کہ نوجوانوں میں محنت کی عادت پیدا ہو۔ تم بارہ گھنٹے بھی سو سکتے ہو مگر پانچ، چھ گھنٹے سو کر بھی گزارہ کرسکتے ہو۔

سالہا سال تک جب میری صحت اچھی تھی باوجودیکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مجھے سختی سے منع کیا کرتے تھے، میں پانچ ساڑھے پانچ گھنٹے سے زیادہ نہیں سویا کرتا تھا۔ کئی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ طبی نقطہ نگاہ سے میرا مشورہ ہے کہ سات گھنٹے سے کم نیند کی صورت میں آپ کی صحت ٹھیک نہیں رہ سکتی۔ مگر میں پانچ ساڑھے پانچ گھنٹہ سے زیادہ نہیں سویا کرتا تھا۔ اب تو صحت اس قدر برداشت نہیں کرسکتی۔ مگر اب بھی سوائے بیماری کے سات گھنٹے میں کبھی نہیں سویا۔ بیماری میں تو بعض وقت آدمی دس گھنٹے بھی لیٹا رہتا ہے مگر ایسی حالت تو سال میں دو چار دفعہ ہی ہوتی ہے۔ عام حالات میں مَیں اب بھی چھ پونے چھ گھنٹے سوتا ہوں۔ گو سخت کام کے وقت اب بھی بعض دفعہ تین چار گھنٹوں پر اکتفاء کرنی پڑتی ہے۔

تو دنیا میں کامیابی محنت اور کام کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔محنت کے بغیر نیکی کی مشق بھی نہیں ہوسکتی۔ بورڈنگ تحریک جدید کے قیام سے میری غرض یہی ہے کہ چند نوجوان ایسے پیدا ہوں جو محنت کے عادی ہوں اور پھر وہ بیج کا کام دیں اور ان کے ذریعہ ساری قوم میں یہ عادت پیدا کی جاسکے۔ اس لئے میں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ محنت کی عادت ڈالو بیکاری کی عادت کو ترک کردو۔فضول مجلسیں بنا کر گپیں ہانکنا اور بکواس کرنا چھوڑ دو۔ حُقّہ اور دیگر ایسی لغو عادتوں میں وقت ضائع نہ کرو اور کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ کام کرسکو۔

یاد رکھو کہ ہمارے لئے بہت نازک وقت آرہا ہے۔اس وقت ہندوستان میں نیا آئین نافذ ہورہا ہے جس کے نتیجہ میں انگریزی اثر ملک سے کم ہوجائے گا اور تم جانتے ہو کہ دیہات میں اب بھی تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔جن لوگوں پر احمدیوں کے احسان ہوتے ہیں اور جو احمدیوں پر احسان کرتے ہیں اور باہم بہت اچھا سلوک ایک دوسرے سے کرتے ہیں، وہاں ایک مولوی آکر تقریر کردیتا ہے اور وہی لوگ بھڑک اٹھتے ہیں۔

پس ان حالات کے آنے سے پہلے اپنی اصلاح کرلو۔محنت اور قربانی کی عادت ڈالو۔ ورنہ تمہاری حالت اس بھیڑ کی سی ہوگی جو ہر وقت بھیڑیئے کے رحم پر ہے۔ جب تک ہمت کوشش اور استقلال سے اپنے آپ کو شیروں میں تبدیل نہیں کرلیتے، اس وقت تک تم بھیڑیں ہو جن کی جانیں ہر وقت غیر محفوظ ہیں۔خدا تعالیٰ نے تمہیں اختیار دے دیا ہے کہ اگر چاہو تو شیر بن جاؤ جو جنگل میں اکیلا بھی محفوظ ہوتا ہے لیکن بھیڑیں دس بیس بھی غیر محفوظ ہوتی ہیں۔پس اس کیلئے کوشش کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لغو عادتوں کو دور کرنے کی توفیق دے اور توفیق دے کہ تم محنتی اور بہت کام کرنے والے بن جاؤ۔ اپنے اوقات کو خدا تعالیٰ کے دین کیلئے خرچ کرنے والے ہوجاؤ تا تھوڑے ہوکر بہتوں پر غلبہ حاصل کرنے والے بن سکو۔

(الفضل ۳؍فروری ۱۹۳۷ء)

۱؎ النّٰزعٰت: ۳،۴

۲؎ الضُّحٰی: ۱۲